مَثَلُ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ

(ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں)

آیت 274-261 تک اللہ کے راستے میں خرچ کے بارے میں بات کی گئی ہے۔ اس کے بعد سود (رِبا) کے بارے میں اور اُسکے بعد قرض کے بارے میں ہیں پھر سورت کے اختتام پر آخری تین آیتوں میں مکمل سورت کا خلاصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا ← سود ← قرض ← مکمل سورت کا خلاصہ

پہلے تین مضامین میں ایک چیز مشترک (Common) ہے اور وہ ہے مال (Finance) کے بارے میں ہیں۔
پہلے مضمون میں بتایا گیا کہ اپنے مال کا سب سے بہترین چیز میں لگانا۔ دوسرے مضمون میں اپنے اپنے مال کا سب سے بُری چیز میں لگانا۔ اور تیسرے مضمون میں جائز حلال قرض کا لین دین ذکر کیا گیا۔

پہلے دو مضامین کا پچھلی آیتوں سے ربط:-
جن لوگوں کو یقین ہوگا کہ موت کے بعد زندگی ہے اور زندگی و موت اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھوں میں ہے تو وہ اپنا مال صحیح جگہ لگائے گے پھر وہ اپنا مال اِس دنیا میں ایسے خرچ کرے گے کہ وہ آخرت میں کام آسکے۔ کیونکہ انھیں پتہ ہے کہ یہ زندگی عارضی ہے اور آخرت کی زندگی ہمیشہ کے لیے ہے۔
جو بھی شخص آخرت کی زندگی پر یقین رکھے گا اور یہ بھی یقین رکھے گا کہ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ نے کسی مقصد کے لیے دی ہیں تو انکا مال، انکا وقت اور انکی صلاحیتیں اللہ کے راستے میں لگانے کے طریقے میں فرق ہوگا۔
جنھیں آخرت پر یقین نہیں ہوتا وہ بھی مال خرچ کرتے ہیں اور جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہ بھی خرچ کرتے ہیں۔ لیکن دونوں کے خرچ کرنے میں فرق ہیں۔
کوئی شخص اپنا مال بینک کو اسلیے دیتا ہے کہ یہ مجھے کچھ سالوں بعد بڑھا کر ملے گا۔ اِسی لیے کئی لوگ پانچ یا دس یا اس سے زیادہ سالوں کے لیے فیکس ڈپوزٹ (Fixed deposit) میں اپنے پیسے رکھ دیتے ہیں۔ انھیں پورا یقین ہوتا ہے کہ یہ انھیں ضرور واپس ملنے والے ہیں۔ پھر میں مالدار بنوں گا۔ یہی تو سود ہے۔
اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والا اور سود کے لیے بینک میں رکھنے والا اپنے مستقبل کے لیے طویل مدت (Long term) کی سوچتا ہے۔ دونوں کو صبر سے انتظار کرنا ہوتا ہے۔ اور دونوں کو مستقبل میں مال کے واپس ملنے کی امید ہوتی ہے۔ دونوں میں یہ چیزیں مشترک ہوتی ہیں۔ لیکن اصل میں جو آخرت پر یقین رکھ کر اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے وہ حقیقی طویل مدت (Long term) کی سوچتا ہے کیونکہ اُسے پتہ ہے دنیا میں زیادہ نہیں رہنا ہے۔ یہ عارضی زندگی ہے اور آخرت کی زندگی ہی کبھی ختم نہیں ہونے والی ہے۔ اور جو سود میں مشغول ہوتا ہے وہ صرف اس دنیا کی عارضی قلیل مدت (Short term) کا سوچتا ہے۔

قرآن میں کئی مقامات پر اللہ کے راستے میں خرچ کرنے پر ابھارا گیا ہے۔ جب ہم اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے بارے میں پڑھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ صرف مالدار لوگ ہی خرچ کر سکتے ہیں۔ حالانکہ جب قرآن نازل ہو رہا تھا تب سننے والے صحابہ اکثر غریب ہی تھے۔ مہاجرین تو بے گھر تھے جو کسی اور کے گھر رہ رہے تھے اور اپنی جائداد پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ انصار بھی کھیتی باڑی کرنے والے لوگ تھے۔ وہ بھی مالدار نہیں تھے۔ بہت ہی کم صحابہ تھے جو مالدار تھے۔ اسلیے یاد رہے! مالدار ہو یا غریب سبھی کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کہا گیا۔ اور ضروری نہیں کہ صرف پیسہ ہی اللہ کے راستے میں خرچ کرنا ہے بلکہ جسکی جو حیثیت ہو اور جس کے پاس جو چیز ہو وہ خرچ کرے۔ مثلاً جانور، کھانے پینے کی چیزیں، کپڑے، زمین، گھوڑ گاڑی، کھیت۔ جو کچھ چیزیں انسان کی ملکیت میں ہو وہ اسکا مال ہوتا ہے۔
آیات 274-261 تک صدقے کے بارے میں ہیں۔ آیت 261 میں صدقہ کرنے کا فائدہ بتایا گیا۔ آیات 265-262 تک صدقہ کرنے والوں کی تین طرح کے لوگوں کی مثالیں بتائی گئی:
1> احسان جتانے اور تکلیف دینے یا اپنے لیے ان سے فائدے حاصل کرنے کے لیے۔
2> لوگوں کو دکھانے کے لیے۔
3> اللہ کی رضا کے لیے خالص نیت کے ساتھ۔
اس کے بعد یہ بھی بتایا گیا کہ اللہ کی راہ میں کیسے خرچ کریں۔

بڑے بڑے دیندار لوگوں کو بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرنا بہت مشکل لگتا ہے۔ اِس آیت میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا فائدہ بتایا جا رہا ہے۔
اِس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ جو لوگ اللہ کے راستے میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں۔
اَمۡوَالَہُمۡ یعنی اُنکا اپنا مال صدقہ کرتے ہیں۔ کسی دوسرے کا مال نہیں، چوری کیا ہوا کسی کا مال نہیں۔ بلکہ جس مال کے وہ مالک ہے، جو اُن کا اپنا مال ہے اُس کو خرچ کرتے ہیں اللہ کے راستے میں۔
فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ سے مراد اللہ کے دین کے راستے میں، اللہ کی اطاعت کے کاموں میں، اللہ کو راضی کرنے کے لیے، جہاد فی سبیل اللہ میں، مسلمانوں کی فلاح و بہبود (Welfare) میں، دعوی کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔

کَمَثَلِ حَبَّۃٍ

([اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والوں کی مثال] مانند مثال ایک دانے کے ہے)

جو لوگ اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں انکی مثال ایک دانے (Seed) کی سی ہے۔ چونکہ مثال سے بات زیادہ سمجھ میں آتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ بہت سی باتیں مثالوں سے سمجھاتے ہیں یہاں دانے کی مثال بہت جامع مثال ہے:

1> دانہ بہت ہی چھوٹی چیز ہوتی ہے لیکن اس سے نکلنے والا پودا دانے سے کئی گنا بڑا ہوتا ہے (اِسی طرح ہم جو خرچ کرتے ہیں وہ بہت ہی کم ہے بنسبت اِس کے جو ہمیں اسکی جزا ملے گی)

2> دانہ بونے کے بعد وہ کسی کو نظر بھی نہیں آتا۔ جب وہ پودا بنتا ہے تب پتہ چلتا ہے کہ یہاں کسی نے دانہ بویا تھا۔ کسی نے سوچا بھی نہیں کہ یہ پیڑ پہلے ایک دانہ تھا۔ (اسی طرح آخرت میں خرچ کرنے والے کو نتیجہ نظر آئیگا)

3> جس نے دانہ بویا وہ ہوسکتا ہے اسکا پھل آنے سے پہلے اس دنیا سے چلا گیا (اِسی طرح ہوسکتا ہے کہ خرچ کرنے والے کو اِس دنیا میں کوئی بھی نتیجہ نظر نہ آئے۔ مثلاً اگر کوئی مسجد بنانے خرچ کرتا ہے تو وہ اپنے سامنے دیکھتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ خود وہ وہاں نماز بھی پڑھتا ہو۔ لیکن کچھ صدقات ایسے ہوتے ہیں کہ وہ آخرت میں ہی دیکھے گا)

4> دانہ بونے کے بعد کسان کو آبیاری (Irrigation) اور کیڑوں مکوڑوں سے حفاظت کرنی پڑتی ہے ورنہ فصل یا تو برباد ہوجائیگی یا بہت کم فصل پیدا ہوگی (اسی طرح صدقہ کے بعد اسکی حفاظت بھی بہت ضروری ہے اور اُسے احسان جتا کر، دکھاوا کر کے، شرک اور کفر کر کے ضائع نہیں کرنا ہے)

اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِیۡ کُلِّ سُنۡۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ

([اس ایک دانے سے] سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں)

کچھ علماء کا کہنا ہے کہ یہ آیت جنگ تبوک سے پہلے نازل ہوئی لیکن جنگ تبوک بہت بعد ہوئی۔ مسلمان تعداد اور وسائل میں کمزور تھے جبکہ رومی ان کے برعکس تھے۔ آپؐ نے سارے مردوں کو جنگ پر نکلنے کا حکم دیا تھا۔ اس وقت سخت تنگ دستی اور شدید گرمی کا موسم تھا۔ پھل بھی پک چکے تھے۔ اگر پھلوں کو اس وقت نکالا نہ جاتا تو خراب ہوجاتے اور عورتیں درختوں پر چڑھ کر پھل نہیں نکال سکتی تھی۔ اگر مرد جنگ پر چلے جاتے تو پھل خراب ہوجاتے۔ انھیں یہاں اللہ کے راستے میں جانے کے لیے ابھارا گیا کہ تمہیں اِس سے زیادہ آخرت میں ملنے والا ہے۔
اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والوں کو مثال دے کر مشاہدہ کرایا گیا کہ کسطرح دین کے راستے میں لگایا گیا مال اجر و ثواب کے لحاظ سے بڑھے گا جیسے دنیا میں تم کسی پودے کو پھلتے پھولتے دیکھتے ہو۔

⊛ **سَنَابِلَ** (س ن ب ل):- بال، خوشہ
یہ سُنۡۢبُلَۃ کی جمع ہے۔ یہ جمع مکسر (Broken plural) ہے۔ سُنۡۢبُلَۃ کی جمع سالم سُنۡۢبُلٰت بھی آتی ہے۔ لیکن دونوں میں فرق ہے۔ سَنَابِل جَمۡعُ الۡکَثۡرَۃ ہے یعنی تعداد میں بہت ہی زیادہ۔ اِس میں مبالغہ ہے۔
سُنۡۢبُلٰت جَمۡعُ الۡقِلَّۃ یعنی تعداد میں کم بنسبت سَنَابِل کے۔
قرآن میں سورۃ یوسف میں سُنۡۢبُلٰت کا لفظ آیا ہے۔ یوسف: 43، 46 میں ہے سَبۡعَ سُنۡۢبُلٰتٍ (سات بالیاں)۔ حالانکہ اس کا بھی ترجمہ وہی (خوشے) ہے۔ سورۃ یوسف میں رزق کی قلت کے لیے سُنۡۢبُلٰت آیا ہے۔

اسلیے اگر گہرائی میں قرآن کا مطالعہ کریگے تو دل کی گہرائی میں بات اترے گی۔ پھر عمل کرنے کا جذبہ بڑھے گا۔ بہرحال۔

ایک دانا بویا جائے اور اس میں سے سات بالیاں نکلے اور ہر ایک بالی میں سو (100) دانے ہو یعنی کثرت کے ساتھ اس میں دانے ہوتے ہیں۔ سو کا لفظ یہاں مبالغے کے لیے آیا ہے۔ ضروری نہیں کہ سو ہی ہو۔ سو سے کم یا زیادہ بھی ہوسکتے ہیں۔
سات بالیوں میں سات سو (700) دانے ہو۔ یعنی ایک دانے نے کم از کم سات سو دانے اگائیں (ویسے اللہ ہی اگاتا ہے لیکن یہاں مجازی طور پر دانے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ ایک دانے سے کئی دانے اللہ کے اذن سے ہی نکلتے ہیں) پھر دوبارہ ان 700 میں سے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے اور 700 دانے نکل آئے پھر اسطرح کئی بار بو کر ہر بار 700 دانے نکلے یعنی ایک دانے سے کئی گنا 700 دانے نکلے۔ دنیا میں اپنی آنکھوں سے دیکھو کہ ایک دانہ کتنے دانوں میں بڑھتے رہتا ہے۔ اِسی طرح اللہ کے یہاں بھی ایک روپیہ کسطرح اجر و ثواب کے لحاظ سے بڑھ جاتا ہے۔ اسلیے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے ہچکچانا (Hesitate) نہیں چاہیئے
اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت میں بتائے گئے طریقوں کے مطابق، جائز جگہوں پر خرچ کرتے ہیں۔ حرام جگہوں پر نہیں، بدعات، شرک و کفر کرنے کے لیے نہیں، فضول خرچی میں خرچ نہیں کرتے بلکہ اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرتے ہیں، اُن کے اجر و ثواب کئی کئی گنا اللہ بڑھاتے رہیگا۔ بخاری:- رسولؐ نے فرمایا "جس نے حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی خیرات کی اور اللہ تک حلال کمائی ہی کی خیرات پہنچتی ہے تو اللہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرلیتا ہے اور خیرات کرنے والے کے لیے اُسے اِسطرح بڑھاتا رہتا ہے جیسے کوئی تم میں سے اپنے بچھیرے کی پرورش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ (کھجور) پہاڑ برابر ہوجاتی ہے"۔

اللہ کے راستے میں خرچ کرنے میں کئی کام ہوتے ہیں۔ جیسے اگر کوئی کسی کو بھی صحیح عقیدے کے ساتھ دینی تعلیم دیتا ہے یا کسی کو دینی تعلیم دِلوانے کے لیے مدد کرتا ہے وہ ہوسکتا ہے پیسے دے کر مدد کر رہا ہو یا کوئی مکان یا گاڑی کا بندوبست کر رہا ہو یا انٹرنیٹ کنیکشن لگوا کر دے یا کسی اور طریقے سے کسی کو دینی تعلیم دِلوائے تو یہ بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرنے میں آئیگا۔ کیونکہ وہ جو کچھ سیکھے گا اور اس پر عمل کریگا اور دوسروں کو بھی سکھائیگا پھر جو اس سے سیکھے، وہ کسی اور کو سکھائیگا وہ مسلسل ثواب حاصل کرتے رہیگا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے۔ جس نے ایک چھوٹا سا بیج بویا کسی کو دین کی طرف لگا کر اُسے پتہ نہیں اُس ایک چھوٹے بیج سے کئی کئی گنا پھل مل رہے ہو حتیٰ کہ وہ فوت بھی ہوجائے تو بھی جتنے جتنے لوگ اس تعلیم سے فائدہ حاصل کریگے، اُس کے اکاؤنٹ میں بھی جمع ہوتے رہیگے۔

عموماً ہم کھانے کی دعوت وغیرہ پر لوگوں کو بلا لیتے ہیں، دوسروں کو تحفے دینے بھی خرچ کرلیتے ہیں لیکن ایسی جگہ خرچ کرنا جس میں دین کی ترقی ہو، نیکی کے کاموں کو فروغ (Promote) کرنے کے لیے، دین کو پھیلانے کے لیے، دین کی تبلیغ کے لیے کم ہی خرچ کرتے ہیں۔ حالانکہ اِن کاموں کے کرنے سے ثواب میں بڑھوتری زیادہ ہے۔ کسی کو دنیاوی ضرورت کی چیزوں کے لیے خرچ کرنا یہ بھی نیکی کا کام ہے لیکن کسی کی آخرت سنوارنے میں خرچ کرتے رہنا یا کسی کو دین کی طرف لانے میں خرچ کرتے رہنا، اسکا ثواب اس وقت تک ملتا رہیگا جب تک جتنے لوگ اس سے فائدہ حاصل کرتے رہیگے۔ لیکن نیت خالص اللہ کی رضا کے لیے ہو۔ کسی سے کوئی تعریف یا شکریہ یا کوئی دنیاوی فائدہ مقصد نہ ہو۔ اللہ کے لیے ہم نے یہ کام کیا ہے، اللہ سے ہی ہمیں اِسکا بدلہ چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے جو ہمیں بدلہ ملے گا وہ کوئی بھی انسان اُتنا دے ہی نہیں سکتا۔

وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنۡ یَّشَآءُ

(اور اللہ جس کے لیے چاہے [اجر] بڑھا دیتا ہے)

وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ (اور اللہ [ثواب] بڑھاتا ہے)
یُضٰعِفُ کا مطلب صرف دوگنا نہیں بلکہ کئی گنا زیادہ کے معنی میں آتا ہے۔

ہم انسانوں کو سمجھ آئے اسلیے 700 گنا ثواب بڑھاتا ہے کہا گیا پھر یُضٰعِفُ کہہ کر بتایا گیا کہ 700 سے بھی زیادہ۔ انسانی عقل اس کا تصور نہیں کرسکتی۔ بخاری کی حدیث میں آتا ہے کہ آخری شخص جو جنت میں داخل ہوگا اُسے اِس دنیا کے دس گنا دیا جائیگا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اسے دنیا اور اس سے دس گنا دیا جائیگا۔ سبحان اللہ۔

لِمَنۡ یَّشَآءُ (جس کے لیے چاہے)

کروڑ پتی اور غریب دونوں اگر اتنا ہی صدقہ کرلے تو ثواب میں فرق ہوگا۔ غریب کو ثواب زیادہ ملے گا۔ مثلاً اگر دونوں 1,000 روپئے خرچ کرے، غریب کے پاس مان لے 2,000 روپے ہی تھے تو یہ ایسا ہوگا جیسے غریب نے اپنی آدھی جائیداد اللہ کے راستے میں دے دی۔ اِسی طرح اگر غریب 500 روپے صدقہ کرتا ہے جس کے پاس 600 یا 700 روپے ہی تھے اور کروڑپتی 1,000 روپے صدقہ کرتا ہے تو اِس میں بھی ثواب غریب کو زیادہ ہوگا اگر اسکی نیت خالص اللہ کے لیے ہو۔
ثواب قربانی کے حساب سے ہوگا۔ جو جتنی بڑی قربانی دے گا، اللہ اس حساب سے ثواب کو کئی گنا بڑھائے گا۔ اسی لیے دانے کی مثال دی گئی۔ صحابہؓ میں بھی کچھ ایسے تھے جن کے پاس کچھ بھی نہیں تھا تو انھوں نے کھجوریں بھی صدقے میں دی تھی تاکہ مجاہد کھا سکے۔ اِسلیے کسی کی چھوٹی قربانی کو بھی حقیر نہ سمجھے۔

وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ

(اور اللہ وسعت والا، خوب جاننے والا ہے)

وَاسِعٌ

اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے اپنی قدرت میں، رحمت میں، علم میں، مغفرت میں، رزق عطا کرنے میں۔ بندہ محدود مال اللہ کے راستے میں دیتا ہے لیکن اللہ اسے لامحدود مال واپس کرتا ہے۔ اللہ کی وسعت کا انسانی ذہن تصور نہیں کرسکتا۔ اللہ اگر تمام انسانوں اور جنوں کو جو مانگے سب کچھ دے دے پھر بھی اُس کے خزانے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی لیکن اتنی ہی جتنی سمندر میں سوئی ڈبو کر کمی ہوتی ہے۔

عَلِیۡمٌ

اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کتنا بڑھا کر دے گا۔ ہمارے پاس کوئی ذریعہ یا سمجھ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کتنا گنا ہمیں اجر بڑھا کر دے گا۔ اور ہم یہ بھی نہیں جان سکتے کہ اللہ تعالیٰ کتنی وسعت والا ہے کوئی مثال ہی نہیں اُس جیسی۔ لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کس نے کس جذبے کے ساتھ دیا، کس پر خرچ کیا، کس جگہ خرچ کیا۔ صدقہ دینے والے کی نیت بھی جانتا ہے۔ اللہ یہ بھی جانتا ہے اس صدقے کا کس کس کو فائدہ پہنچا۔